اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے!

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ، مرادآباد، انڈیا

اللہ رب العزت کی صفاتِ عالیہ میں ایک بہت نمایاں صفت اللہ کی شانِ رحمت ہے، اسمائے حسنیٰ میں ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' دونوں اسی صفت کے ترجمان ہیں، اور ان میں اللہ کی رحمت کی کثرت، عموم، تسلسل اور دوام سب کی طرف اشارہ موجود ہے۔ قرآن مجید میں سیکڑوں مقامات پر اللہ نے اپنی صفتِ رحمت کا ذکر کیا ہے اور حوالہ دیا ہے، تمام قرآنی سورتوں کے آغاز میں جو آیت تلاوت کی جاتی ہے اور تمام اہم کاموں کا آغاز جس بول سے کیے جانے کا حکم ہے وہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہے، جس میں اللہ کے ''رحمٰن'' (سب پر مہربان) اور ''رحیم'' (بہت مہربان) ہونے کی صراحت ہے، قرآن میں مستقل ایک سورت ''سورۃ الرحمٰن'' کے نام سے موسوم ہے، جسے قرآن کی زینت قرار دیا گیا ہے، اس کا آغاز بھی صفتِ ''رحمٰن'' کے ذکر سے ہوا ہے، اور پوری سورت میں ابتدا سے انتہا تک اسی صفت کے ثمرات اور نمونوں کا بیان ہے، اس کے علاوہ بہت سے مقامات پر گنہ گاروں، گناہوں اور جہنم کی سزاؤں کے ذکر کے بعد اللہ نے اپنے ''غفور'' اور ''رحیم'' ہونے کی صراحت فرمائی ہے، اور کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رحمت کی نسبت کی ہے اور کئی جگہ اپنی رحمت کی وسعت کو بیان فرمایا ہے:

''كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔'' (الانعام: ۵۴)
''تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کا معاملہ لازم کرلیا ہے۔''

''رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ۔'' (الانعام: ۱۴۷)
''تمہارا رب بڑی وسیع رحمت کا مالک ہے۔''

''وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔'' (الاعراف: ۱۵۶)
''میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔''

''وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ۔'' (الکہف: ۵۸)

’’تمہارا رب بہت بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔‘‘

فرشتوں کا یہ قول بھی قرآن میں نقل ہوا ہے:

’’رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا۔‘‘ (الغافر:۷)

’’اے ہمارے رب! آپ کی رحمت اور علم ہر چیز پر بھاری ہے۔‘‘

جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں اللہ کی شانِ رحمت کا تذکرہ مختلف پیرایوں میں بڑی کثرت سے ملتا ہے، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے:

’’إِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِيْ.‘‘ (مسلم: التوبۃ: باب فی سعۃ رحمۃ اللہ: ۶۹۶۹)

’’میری رحمت میرے غضب پر غالب رہتی ہے۔‘‘

’’سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ.‘‘ (ایضاً: ۶۹۷۰)

’’میری رحمت میرے غضب پر مقدم رہتی ہے۔‘‘

مختلف احادیث میں یہ صراحت ملتی ہے کہ اللہ نے اپنی رحمت کے سو حصے فرمائے، اس میں ۹۹؍ حصے اپنے پاس عالمِ آخرت کے لیے روک لیے، اور ایک حصہ دنیا میں بھیج دیا، انسانوں، جنوں، حیوانات میں باہم جو محبت، تعلق اور اُنس پایا جاتا ہے وہ اسی ایک حصۂ رحمت کا اثر ہے۔ (ایضاً: ۶۹۷۲ و ۶۹۷۴)

اللہ کی اسی شانِ رحمت کا مظہر ہے کہ اس نے اپنے احکام سے بغاوت کرنے والوں اور گناہوں میں مبتلا افراد کو توبہ واستغفار اور اپنی طرف رجوع کا حکم دیتے ہوئے ان کو ناامیدی سے نکالا ہے اور اپنی رحمت کی امیدوں کی ڈور انہیں تھما دی ہے، چنانچہ فرمایا:

’’يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِن رَّحْمَةِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ، وَأَنِيْبُوْا إِلَى رَبِّكُمْ۔‘‘ (الزمر: ۵۳-۵۴)

’’اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے: اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، یقین جانو اللہ سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے، بس تم اپنے رب سے لو لگا لو۔‘‘

’’لَا تَيْأَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللهِ۔‘‘ (یوسف: ۸۷)

’’تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ۔‘‘

واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے، اور بسا اوقات بندوں کی بہت چھوٹی نیکیاں بلکہ دل سے احساسِ ندامت، آنکھوں کے چند قطرے، اور معافی کے بول اللہ کی رحمت کو جوش دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، اور انہیں پر بے سان وگمان اللہ کی طرف سے تمام گناہوں کی مغفرت اور جنت و

رحمت کا فیصلہ ہوجاتا ہے، احادیث میں جگہ جگہ ذکر آیا ہے کہ ایک بدکار عورت کو صرف پیاسے کتے کو پانی پلانے کے عمل پر اللہ کی طرف سے مغفرت عطا فرمادی گئی، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت دی ہے:

’’وَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْـمَعْرُوفِ.‘‘ (ابوداؤد، اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار: ۴۰۸۴)

’’تم کبھی کسی نیک کام کو ہرگز حقیر اور معمولی نہ سمجھو۔‘‘

کسی نیکی کو معمولی سمجھنا اور اُسے چھوڑ دینا بے حد خطرناک بات ہے، بہت ممکن ہے کہ اسی نیکی کی وجہ سے اللہ کی رحمت متوجہ ہوجائے اور بیڑا پار ہوجائے، نیکیوں کو معمولی قرار دے کر اسے چھوڑنے کا خیال ڈالنا شیطان کی مکارانہ تدبیر ہے، اس دام میں پھنسنا بڑی نادانی ہے۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے فرمایا:

’’میں نے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہٗ سے یہ واقعہ سنا کہ:

ایک بزرگ جو بڑے محدث بھی تھے، جنہوں نے ساری عمر حدیث کی خدمت میں گزاری، جب ان کا انتقال ہوگیا تو کسی نے خواب میں ان کی زیارت کی، اور ان سے پوچھا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ نے کیسا معاملہ فرمایا؟ جواب میں انہوں نے فرمایا کہ بڑا عجیب معاملہ ہوا، وہ یہ کہ ہم نے تو ساری عمر علم کی خدمت میں اور حدیث کی خدمت میں گزار دی، اور درس و تدریس اور تصنیف اور وعظ و خطابت میں گزاری، تو ہمارا خیال یہ تھا کہ ان اعمال پر اجر ملے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے کچھ اور ہی معاملہ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ ہمیں تمہارا ایک عمل بہت پسند آیا، وہ یہ کہ ایک دن تم حدیث شریف لکھ رہے تھے، جب تم نے اپنا قلم دوات میں ڈبو کر نکالا تو اس وقت ایک پیاسی مکھی آکر اس قلم کی نوک پر بیٹھ گئی، اور سیاہی چوسنے لگی، تمہیں اس مکھی پر ترس آگیا، تم نے سوچا کہ یہ مکھی اللہ کی مخلوق ہے، اور پیاسی ہے، یہ سیاہی پی لے تو پھر میں قلم سے کام کروں، چنانچہ اتنی دیر کے لیے تم نے اپنا قلم روک لیا اور اس وقت تک قلم سے کچھ نہیں لکھا جب تک وہ مکھی اس قلم پر بیٹھ کر سیاہی چوستی رہی، یہ عمل تم نے خالص میری رضامندی کی خاطر کیا، اس لیے اس عمل کی بدولت ہم نے تمہاری مغفرت فرمادی، اور جنت الفردوس عطا کردی۔

دیکھئے! ہم تو یہ سوچ کے بیٹھے ہیں کہ وعظ کرنا، فتویٰ دینا، تہجد پڑھنا، تصنیف کرنا وغیرہ یہ بڑے بڑے اعمال ہیں، لیکن وہاں ایک پیاسی مکھی کو سیاہی پلانے کا عمل قبول کیا جارہا ہے، اور دوسرے بڑے اعمال کا کوئی تذکرہ نہیں۔

حالانکہ اگر غور کیا جائے تو جتنی دیر قلم روک کر رکھا، اگر اس وقت قلم نہ روکتے تو حدیث

شریف ہی کا کوئی لفظ لکھتے ،لیکن اللہ کی مخلوق پر شفقت کی بدولت اللہ نے مغفرت فرمادی، اگر وہ اس عمل کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتے تو یہ فضیلت حاصل نہ ہوتی۔

لہٰذا کچھ پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کونسا عمل مقبول ہوجائے، وہاں قیمت عمل کے حجم، سائز اور گنتی کی نہیں ہے، بلکہ وہاں عمل کے وزن کی قیمت ہے، اور یہ وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے، اگر آپ نے بہت سے اعمال کیے، لیکن ان میں اخلاص نہیں تھا تو گنتی کے اعتبار سے تو وہ اعمال زیادہ تھے، لیکن فائدہ کچھ نہیں، دوسری طرف اگر عمل چھوٹا سا ہو، لیکن اس میں اخلاص ہو تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا بن جاتا ہے، لہٰذا جس وقت دل میں کسی نیکی کا ارادہ پیدا ہورہا ہے تو اس وقت دل میں اخلاص بھی موجود ہے، اگر اس وقت وہ عمل کرلو گے تو اُمید ہے کہ وہ ان شاء اللہ مقبول ہوجائے گا۔‘‘

(اصلاحی خطبات، ج:۶،ص:۲۱۴-۲۱۵)

احادیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک تاجر اللہ کے دربار میں حاضر ہوگا، اس کے اعمال نامے میں نیکیاں بالکل نہیں ہوں گی، مگر اس کے پاس ایک خاص عمل ہوگا کہ وہ کاروبار میں دوسروں کے لیے آسانیاں فراہم کرتا رہا، دوسروں کو قرض دیتا رہا، پھر تنگ دستوں کا قرض معاف کرتا رہا اور خوش حال لوگوں کے لیے بھی نرمی کا معاملہ کرتا رہا، جب اللہ کے سامنے اس کے اس عمل کا ذکر ہوگا تو اللہ کی رحمت جوش میں آئے گی اور اللہ اس کی مغفرت فرمادیں گے۔ (بخاری، الاستقراض، حسن التقاضی:۲۳۹۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا کہ ایک شخص کی پوری زندگی گناہوں میں گزرتی رہی، موت کا وقت آیا تو اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ میرا انتقال ہوجائے تو مجھے جلا دینا، اور میری راکھ ہوا میں سمندر کے پاس بکھیر دینا، مجھے ڈر ہے کہ اللہ نے مجھے پکڑا تو ایسا عذاب دے گا جیسا کسی کو نہ دے گا، بالآخر اس کی موت کے بعد اہلِ خانہ نے وصیت کے مطابق کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے منتشر اجزاء جمع فرمادیئے اور اپنے دربار میں حاضر کیا اور فرمایا: تم نے جو وصیت کی تھی اس کی وجہ کیا تھی؟ وہ بولا: اے اللہ: صرف آپ کے خوف کی وجہ سے، یہ سن کر اللہ کی رحمت کو جوش آیا اور اللہ نے اس مجرم کی مغفرت فرمادی۔ (مسلم، التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ:۶۹۸۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ عابد ساٹھ سال تک اپنے حجرے میں عبادت میں مشغول رہا، ایک دن کسی ضرورت سے باہر نکلا تو ایک عورت پر اس کی نگاہ پڑگئی، وہ عابد اس عورت کے حسن پر فریفتہ ہوگیا، اور اس سے زنا میں مبتلا ہوگیا، اب اسے بے حد ندامت ہوئی، توبہ کرتا رہا، اس کے پاس دو روٹیاں تھیں، بھوک لگی تو کھانے

چلا، اچانک ایک سائل آ گیا، اس نے ایثار کیا اور وہ روٹیاں اس سائل کو دے دیں، کچھ عرصے بعد اس کا انتقال ہوگیا، اس کی ساٹھ سالہ عبادتیں زنا کے اس عمل کے مقابلے میں کم زور ثابت ہوئیں، وہ بے حد بے قرار ہوا، مگر آخر میں یہ ہوا کہ اس نے سائل کو دو روٹیاں جو دی تھیں، اللہ کو اس نیکی پر پیار آ گیا اور اسی عمل نے اس کی مغفرت کرادی۔ (الترغیب والترہیب، ج:۲،ص:۶۵)

روایات میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت دو بندوں کو بلائیں گے اور ان سے فرمائیں گے کہ تم نے دنیا میں بے شمار گناہ کیے ہیں، اب تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے، جاؤ! جہنم میں جاؤ، اس حکم کو سن کر ان میں سے ایک بہت تیزی سے جہنم کی طرف چل پڑے گا، دوسرا دھیرے دھیرے چلے گا اور بار بار مڑ کر اللہ کو دیکھے گا، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو واپس بلائیں گے اور پہلے شخص سے سوال کریں گے کہ میں نے تم کو جہنم میں جانے کے لیے کہا، تم تیزی سے چل پڑے، اس کی کیا وجہ تھی؟ وہ بولے گا: اے میرے رب! میں نے دنیا میں آپ کا ہر حکم توڑا، اب آپ نے یہ آخری حکم دیا تو میں نے سوچا کہ اب یہ حکم نہیں توڑوں گا، اس لیے میں تیزی سے چل پڑا، اللہ دوسرے سے فرمائیں گے: تم بار بار پیچھے مڑ کر کیوں دیکھ رہے تھے؟ وہ عرض کرے گا: آپ کی رحمت کی اُمید میں، بس یہ سن کر اللہ تعالیٰ دونوں سے راضی ہو جائیں گے اور جنت کا فیصلہ فرما دیں گے۔ (التذکرہ، قرطبی، ج:۱،ص:۴۱۲)

روایات میں وارد ہوا ہے کہ: راستے سے خاردار ٹہنی اور درخت ہٹانے کے عمل پر اللہ کی رحمت متوجہ ہوئی اور ایسا کرنے والے کی مغفرت کا فیصلہ فرما دیا گیا۔ (مشکوۃ المصابیح)

منقول ہے کہ:

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قبر پر سے گزر ا ہوا، آپ نے (بطور کشف) دیکھا کہ عذاب کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں، آپ آگے چلے گئے، اپنے کام سے فارغ ہوکر جب آپ دوبارہ یہاں سے گزرے تو اس قبر پر رحمت کے فرشتے دیکھے جن کے ساتھ نور کے طبق ہیں، آپ کو اس پر تعجب ہوا، آپ نے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی، اے عیسیٰ! یہ بندہ گناہ گار تھا اور جب سے مرا تھا، عذاب میں گرفتار تھا، یہ مرتے وقت اپنی بیوی چھوڑ گیا تھا، اس عورت نے ایک فرزند جنا اور اس کی پرورش کی، یہاں تک کہ بڑا ہوا، اس کے بعد اس عورت نے اس فرزند کو مکتب میں بھیجا، استاذ نے اسے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھائی، پس مجھے اپنے بندے سے حیا آئی کہ میں اسے آگ کا عذاب دوں زمین کے اندر اور اس کا فرزند میرا نام لیتا ہے زمین کے اوپر۔'' (التفسیر الکبیر، ج:۱،ص:۱۵۵)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۲۹۷ھ) کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو سوال کیا: حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ آپ نے کہا:

''فَنِيَتِ الْحَقَائِقُ وَالْإِشَارَاتُ وَ نَفِدَتِ الرُّمُوْزُ وَالْعِبَارَاتُ وَ مَا نَفَعَنَا اِلاَّ رُكَيْعَاتٌ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ. ''

''یعنی سارے علوم وحقائق وغیرہ فنا ہوگئے، یہاں کچھ کام نہ آئے، اگر کچھ کام آئیں تو صرف وہ چھوٹی چھوٹی رکعتیں کام آئیں جو میں آدھی رات کو پڑھا کرتا تھا، یعنی تہجد۔'' (الافاضات، ج:۲،ص:۲۸۶)

ایک مجلس میں اللہ کی وسعتِ رحمت کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سب سے آخر میں جو گناہ گار جہنم سے نکالا جائے گا، اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ باہر نکل کر بھی اس کا رخ جہنم کی طرف رکھا جائے گا اور وہ جھلس رہا ہوگا، وہ عرض کرے گا: ''يَا رَبِّ اِصْرِفْ وَجْهِيْ عَنِ النَّارِ فَقَدْ قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا وَ اَحْرَقَنِيْ ذَكَاؤُهَا .'' یعنی ''اے میرے رب! میرا رخ جہنم کی طرف سے ہٹا دیجئے، اس لیے کہ اس کی ہوا مجھے جھلسا رہی ہے اور اس کے شعلے مجھے جلا رہے ہیں۔'' یہ سن کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اگر تمہارا رخ جہنم کی طرف سے ہٹا دیا جائے تو کیا پھر کوئی اور مطالبہ تو نہیں کروگے؟ وہ قسم کھا کر عہد و پیمان کرے گا کہ اگر یہ سہولت مجھے دے دی جائے تو میں کچھ اور مطالبہ نہیں کروں گا۔ اب اس کا رخ جہنم سے ہٹا کر جنت کی طرف کر دیا جائے گا، اس کی نگاہ جنت کی نعمتوں اور رونقوں پر پڑے گی تو تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد بالآخر وہ کہے گا: ''يَا رَبِّ! قَدِّمْنِيْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ.'' یعنی ''اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازے کے قریب کر دیجئے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَ الْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْئَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنْتَ سَاَلْتَ؟'' یعنی ''کیا تھوڑی دیر پہلے تم یہ عہد و پیمان نہیں کر چکے ہو کہ اب کچھ اور مطالبہ نہیں کروگے؟'' وہ بندہ بولے گا: ''يَا رَبِّ! لَا اَكُوْنُ أَشْقٰى خَلْقِكَ.'' یعنی ''اے میرے رب: مجھے اپنی مخلوقات میں سب سے محروم و بدنصیب مت بنایئے۔'' اللہ فرمائے گا: ''اگر تمہاری یہ بات مان لی جائے تو پھر کچھ اور تو مطالبہ نہیں کروگے؟'' وہ کہے گا: مجھے آپ کی عزت کی قسم! عہد کرتا ہوں کچھ اور مطالبہ نہیں کروں گا۔ پھر اسے جنت کے دوروازے کے قریب پہنچا دیا جائے گا، اب وہ قریب سے جنت کے مناظر اور نعمتوں کو دیکھے گا تو بے اختیار کہنے لگے گا: ''يَارَبِّ! اَدْخِلْنِيْ الْجَنَّةَ.'' یعنی ''اے میرے رب! مجھے جنت میں داخل کر دیجئے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''وَيْحَكَ يَاابْنَ آدَمَ! وَمَا اَغْدَرَكَ،

اَلَیْسَ قَدْ اَعْطَیْتَ الْعَهْدَ وَ الْمِیْثَاقَ اَنْ لَا تَسْاَلَ غَیْرَ الَّذِیْ اُعْطِیْتَ؟ '' یعنی ''اے فرزند آدم! تعجب ہے، تو کتنا عہد شکن ہے، کیا تم نے یہ عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ تمہیں جو کچھ دیا جا چکا ہے اس کے سوا کچھ اور نہیں مانگو گے؟'' اس پر وہ بندہ بولے گا: ''یَا رَبِّ! لَا تَجْعَلْنِی اَشْقَی خَلْقِكَ. '' یعنی ''اے میرے رب! مجھے سب سے زیادہ محروم نہ بنایئے۔'' یہ سن کر اللہ کی رحمت جوش میں آئے گی، اللہ ہنسے گا، راضی ہوجائے گا، اور اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت عطا فرما دے گا، اور اس پر بس نہیں، اللہ فرمائے گا: ''تَمَنَّ'' مزید تمنا کرو اور مانگو۔ وہ بندہ ساری تمنائیں رکھے گا، اللہ اپنی شانِ رحمت سے اسے بہت سی چیزیں یاد دلائے گا، اور آخر میں فرمائے گا: ''لَكَ ذٰلِكَ وَ عَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ '' یعنی ''تمہیں یہ سب کچھ ملے گا اور اس کا دس گنا مزید بھی ملے گا۔'' (بخاری، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود)

واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت بے حد و بے پناہ ہے، وہ نیکیوں کے ارادے ہی پر اجر عطا کر دیتا ہے، وہ ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا بخشتا ہے، اور اخلاص کے تناسب سے یہ ثواب بڑھتا جاتا ہے، حتیٰ کہ سات سو گنا تک پہنچا دیتا ہے، پھر اس کی رحمت موجزن ہو تو جسے چاہتا ہے اس سے بھی کہیں زیادہ عطا فرماتا ہے، حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> ''میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں، میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے، تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے زیادہ بہتر مجمع میں اسے یاد کرتا ہوں، جو مجھ سے ایک بالشت قریب آتا ہے، میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب آتا ہے، میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، جو میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے، میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں، جو شخص پوری روئے زمین کے برابر گناہ لے کر میرے پاس آئے گا، اگر وہ شرک سے بچتا رہا تو میں اپنی رحمت ومغفرت کی مکمل بارش اس پر برسا دوں گا۔'' (مشکوۃ، الدعوات، باب ذکر اللہ)

ضرورت اس کی ہے کہ ہم اپنا دامنِ مراد اللہ کی رحمتوں سے مالا مال کرنے کی فکر کریں، اپنی غفلتوں سے باز آئیں، اپنے رب کو منانے کی کوشش کریں اور ایمان کی پختگی کے ساتھ اپنے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کریں کہ اسی تدبیر سے ہم یقینی طور پر اللہ کی رحمت اپنی طرف متوجہ کرا سکتے ہیں اور اپنی بگڑی سنوار سکتے ہیں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....